شہادتِ حق

امتِ مسلمہ کا فرض اور مقصدِ وجود

(۲)

حضرات! یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں کرنا کیا چاہیے تھا اور ہم کر کیا رہے ہیں اور یہ کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کا خمیازہ کیا بھگت رہے ہیں۔ اس پہلو سے اگر آپ حقیقتِ معاملہ پر نگاہ ڈالیں گے تو یہ بات خود ہی آپ پر کھل جائے گی کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں جن مسائل کو اپنی قومی زندگی کے اصل مسائل سمجھ رکھا ہے اور جنھیں حل کرنے کے لیے وہ کچھ اپنے ذہن سے گھڑی ہوئی اور زیادہ تر دوسروں سے سیکھی ہوئی تدبیروں پر اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، فی الواقع ان میں سے کوئی بھی ان کا اصل مسئلہ نہیں ہے اور اس کے حل کی تدبیروں میں وقت، قوت اور مال کا یہ سارا صرفہ محض ایک زیاں کاری ہے۔ یہ سوالات کہ کوئی اقلیت ایک غالب اکثریت کے درمیان رہتے ہوئے اپنے وجود اور مفاد اور حقوق کو کیسے محفوظ رکھے، اور کوئی اکثریت اپنے حدود میں وہ اقتدار کیسے حاصل کرے جو اکثریت میں ہونے کی بنا پر اسے ملنا چاہیے، اور ایک محکوم قوم کسی غالب قوم کے تسلط سے کس طرح آزاد ہو، اور ایک کمزور قوم کسی طاقتور قوم کی دست برد سے اپنے آپ کو کس طرح بچائے، اور ایک پس ماندہ قوم وہ ترقی، خوشحالی اور طاقت کیسے حاصل کرے جو دنیا کی زور آور قوموں کو حاصل ہے، یہ اور ایسے ہی دوسرے مسائل غیر مسلموں کے لیے تو ضرور اہم ترین اور مقدم ترین مسائل ہو سکتے ہیں اور ان کی تمام توجہات اور کوششوں کے مرکز و محور قرار پا سکتے ہیں، مگر ہم مسلمانوں کے لیے یہ بجائے خود مستقل مسائل نہیں ہیں بلکہ محض اُس غفلت

کے شاخسانے ہیں جو ہم اپنے اصل کام سے ہٹتے رہے ہیں اور آج تک ہٹتے جا رہے ہیں۔ اگر ہم نے وہ کام کیا ہوتا تو آج اتنے بہت سے پیچیدہ اور پریشان کن مسائل کا یہ جنگل ہمارے لیے پیدا ہی نہ ہوتا اور اگر اب بھی ہم اس جنگل کو کاٹنے میں اپنی قوتیں صرف کرنے کے بجائے اپنی ساری توجہ اور سعی اس کام میں مبذول کر دیں تو دیکھتے دیکھتے نہ صرف ہمارے لیے بلکہ ساری دنیا کے لیے پریشان کن مسئلوں کا یہ جنگل خود بخود صاف ہو جائے، کیونکہ دنیا کی صفائی و اصلاح کے ذمہ دار ہم تھے، ہم نے اپنا فرضِ منصبی ادا کرنا چھوڑا تو دنیا خاردار جنگلوں سے بھر گئی اور ان کا سب سے زیادہ پرخار حصہ ہمارے نصیب میں لکھا گیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور سیاسی رہنما اس معاملہ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور ہر جگہ ان کو یہی باور کرائے جا رہے ہیں کہ تمھارے اصل مسائل وہی اقلیت و اکثریت، اور آزادیِ وطن، اور تحفظِ قوم، اور مادی ترقی کے مسائل ہیں۔ نیز یہ حضرات ان مسائل کے حل کی تدبیریں بھی مسلمانوں کو وہی کچھ بتا رہے ہیں جو انھوں نے غیر مسلموں سے سیکھی ہیں۔ لیکن میں جتنا خدا کی ہستی پر یقین رکھتا ہوں اتنا ہی مجھے اس بات پر بھی یقین ہے کہ یہ آپ کی بالکل غلط رہنمائی کی جا رہی ہے اور ان راہوں پر چل کر آپ کبھی اپنی فلاح کی منزل کو نہ پہنچ سکیں گے۔ میں آپ کا سخت بدخواہ ہوں گا اگر ہر لاگ لپیٹ کے بغیر آپ کو صاف صاف نہ بتا دوں کہ آپ کی زندگی کا اصل مسئلہ کیا ہے۔

میرے علم میں آپ کا حال اور آپ کا مستقبل معلق ہے اس سوال پر کہ آپ اُس ہدایت کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں جو آپ کو خدا کے رسول کی معرفت پہنچی ہے، جس کی نسبت سے آپ کو مسلمان کہا جاتا ہے اور جس کے تعلق سے آپ ——— خواہ چاہیں یا نہ چاہیں ——— بہرحال دنیا میں اسلام کے نمائندے قرار پاتے ہیں۔ اگر آپ اس کی صحیح پیروی کریں اور اپنے قول و عمل سے اس کی سچی شہادت دیں اور آپ کے اجتماعی کردار میں پورے اسلام کا ٹھیک ٹھیک مظاہرہ ہونے لگے تو آپ دنیا میں سربلند اور آخرت میں سُرخ رو ہو کر رہیں گے، خوف اور حزن، ذلت اور مسکنت، مغلوبی اور محکومی کے یہ سیاہ بادل جو آپ پر چھائے ہوئے ہیں چند سال کے اندر چھٹ جائیں گے، آپ کی دعوتِ حق اور سیرتِ صالحہ دلوں اور دماغوں کو مسخر کرتی چلی جائے گی، آپ کی ساکھ اور دھاک دنیا پر بیٹھتی چلی جائے گی

انصاف کی امیدیں آپ سے وابستہ کی جائیں گی، بھروسہ آپ کی امانت اور دیانت پر کیا جائے گا، سند آپ کے قول کی لائی جائے گی، بھلائی کی توقعات آپ سے باندھی جائیں گی، ائمۂ کفر کی کوئی ساکھ آپ کے مقابلہ میں باقی نہ رہ جائے گی، ان کے تمام فلسفے اور سیاسی و معاشی نظریے آپ کی سچائی اور راست روی کے مقابلہ میں جھوٹے ملمع ثابت ہوں گے، اور وہ طاقتیں جو آج ان کے کیمپ میں نظر آ رہی ہیں ٹوٹ ٹوٹ کر اسلام کے کیمپ میں آتی چلی جائیں گی، حتیٰ کہ ایک وقت وہ آئے گا جب کمیونزم خود ماسکو میں اپنے بچاؤ کے لیے پریشان ہوگا، سرمایہ دارانہ ڈیموکریسی خود واشنگٹن اور نیویارک میں اپنے تحفظ کے لیے لرزہ براندام ہوگی، مادہ پرستانہ الحاد خود لندن اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں جگہ پانے سے عاجز ہوگا، نسل پرستی اور قوم پرستی خود برہمنوں اور جرمنوں میں اپنے معتقد نہ پا سکے گی، اور یہ دور صرف تاریخ میں ایک داستان عبرت کی حیثیت سے باقی رہ جائے گا کہ اسلام جیسی عالمگیر و جہانکشا طاقت کے نام لیوا کبھی اتنے بے وقوف ہو گئے تھے کہ عصائے موسیٰ بغل میں تھا اور لاٹھیوں اور رسیوں کو دیکھ دیکھ کر کانپ رہے تھے —— یہ مستقبل تو آپ کا اس صورت میں ہے جبکہ آپ اسلام کے مخلص پیرو اور سچے گواہ ہوں۔ لیکن اگر اس کے برعکس آپ کا رویہ رہا کہ خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت پر مار زر بنے بیٹھے ہیں۔ نہ خود اس سے مستفید ہوتے ہیں نہ دوسروں کو اس کا فائدہ پہنچنے دیتے ہیں اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر نمائندے اسلام کے بنے ہوئے ہیں مگر اپنے مجموعی قول و عمل سے شہادت زیادہ تر جاہلیت، شرک، دنیا پرستی اور اخلاقی بے قیدی کی دے رہے ہیں، خدا کی کتاب طاق پر رکھی ہے اور رہنمائی کے لیے ہر امام کفر اور ہر منبع ضلالت کی طرف رجوع کیا جا رہا ہے، دعویٰ خدا کی بندگی کا اور بندگی ہر شیطان اور ہر طاغوت کی کی جا رہی ہے، دوستی اور دشمنی نفس کے لیے ہے اور فریق دونوں صورتوں میں اسلام کو بنایا جا رہا ہے اور اس طرح اپنی زندگی کو بھی اسلام کی برکتوں سے محروم کر رکھا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف راغب کرنے کے بجائے الٹا متنفر کر رہے ہیں تو اس صورت میں نہ آپ کی دنیا ہی درست ہو سکتی ہے اور نہ آخرت۔ اس کا انجام تو سنت اللہ کے مطابق وہی کچھ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور بعید نہیں کہ مستقبل امر حال سے بھی بدتر ہو۔ اسلام کا لیبل اتار کر کھلم کھلا کفر اختیار کر لیجیے تو کم از کم آپ کی دنیا تو ویسی بن جائیگی

جیسی امریکہ، روس اور برطانیہ کی بنی ہوئی ہے۔ لیکن مسلمان ہو کر نامسلمان بنے رہنا اور خدا کے دین کی جھوٹی نمائندگی کر کے دنیا کے لیے بھی ہدایت کا دروازہ بند کر دینا وہ جرم ہے جو آپ کو دنیا میں بھی پنپنے نہ دے گا۔ اس جرم کی جو سزا قرآن میں لکھی ہوئی ہے اور جس کا زندہ ثبوت یہودی قوم آپ کے سامنے موجود ہے، اس کو آپ ٹال نہیں سکتے خواہ متحدہ قومیت کے "اہون البلیتین" کو اختیار کریں یا اپنی الگ قومیت منوا کر وہ سب کچھ حاصل کر لیں جو مسلم قوم پرستی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس کے ٹلنے کی صورت صرف یہی ہے کہ اس جرم سے باز آجائیے۔

اب میں مختصراً آپ کو بتاؤں گا کہ ہم کس غرض کے لیے اٹھے ہیں۔ ہم اُن سب لوگوں کو، جو اسلام کو اپنا دین مانتے ہیں، یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس دین کو واقعی اپنا دین بنائیں، اس کو انفرادی طور پر اپنی زندگی میں اور اجتماعی طور پر اپنے گھروں میں، اپنے خاندان میں، اپنی سوسائٹی میں، اپنی تعلیم گاہوں میں، اپنے ادب اور صحافت میں، اپنے کاروبار اور معاشی معاملات میں، اپنی انجمنوں اور قومی اداروں میں، اور بحیثیت مجموعی اپنی قومی پالیسی میں عملاً قائم کریں، اور اپنے قول اور عمل سے دنیا کے سامنے اس کی سچی گواہی دیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اقامتِ دین اور شہادتِ حق تمھاری زندگی کا اصل مقصد ہے اس لیے تمھاری تمام سعی و عمل کا مرکز و محور اسی چیز کو ہونا چاہیے۔ ہر اُس بات اور کام سے دستکش ہو جاؤ جو اسلام کی ضد ہو اور جس سے اسلام کی غلط نمائندگی ہوتی ہو۔ اسلام کو سامنے رکھ کر اپنے پورے قولی اور عملی رویہ پر نظرِثانی کرو اور اپنی تمام کوششیں اس راہ میں لگا دو کہ دین پورا کا پورا عملاً قائم ہو جائے، اس کی شہادت ٹھیک ٹھیک ادا ہو اور اس کی طرف دنیا کو ایسی دعوت دی جائے جو اتمامِ حجت کے لیے کافی ہو۔

یہ جماعتِ اسلامی کے قیام کی واحد غرض ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لیے جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلاتے ہیں اور انھیں صاف صاف بتاتے ہیں کہ اسلام کیا ہے، اس کے تقاضے کیا ہیں، مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں، اور مسلمان ہونے کے ساتھ کیا ذمہ داریاں آدمی پر عائد ہوتی ہیں۔

اس چیز کو جو لوگ سمجھ لیتے ہیں ان کو پھر ہم یہ بتاتے ہیں کہ اسلام کے سب تقاضے انفرادی طور پر پورے نہیں کیے جا سکتے، اس کے لیے اجتماعی سعی ضروری ہے۔ دین کا ایک بہت ہی قلیل حصہ انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو تم نے قائم کر بھی لیا تو نہ پورا دین ہی قائم ہوگا اور نہ اس کی شہادت ہی ادا ہو سکے گی، بلکہ جب اجتماعی زندگی پر نظامِ کفر مسلط ہو تو خود انفرادی زندگی کے بھی بیشتر حصوں میں دین قائم نہ کیا جا سکے گا اور اجتماعی نظام کی گرفت روز بروز اس انفرادی اسلام کی حدود کو گھٹاتی چلی جائے گی۔ اس لیے پورے دین کو قائم کرنے اور اس کی صحیح شہادت ادا کرنے کے لیے قطعاً ناگزیر ہے کہ تمام ایسے لوگ جو مسلمان ہونے کی ذمہ داریوں کا شعور اور انھیں ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں، متحد ہو جائیں اور منظم طریقے سے دین کو عملاً قائم کرنے اور دنیا کو اس کی طرف دعوت دینے کی کوشش کریں اور ان مزاحمتوں کو راستہ سے ہٹائیں جو اقامتِ دین و دعوتِ دین کی راہ میں حائل ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دین میں جماعت کو لازم قرار دیا گیا ہے اور اقامتِ دین اور دعوتِ دین کی جدوجہد کے لیے ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے ایک منظم جماعت ہو پھر خدا کی راہ میں سعی و جہد کی جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کے بغیر زندگی کو جاہلیت کی زندگی، اور جماعت سے علیحدہ ہو کر رہنے کو اسلام سے علیحدگی کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔[1]

۱؎ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

انا امرکم بخمس، اللہ امرنی بھن، الجماعة والسمع، والطاعة، والھجرة، والجھاد فی سبیل اللہ، فانہ من خرج من الجماعة قید شبرٍ فقد خلع ربقة الاسلام من عنقہ الا ان یراجع، ومن دعا بدعوی جاھلیة فھو من جثی جھنم۔ قالوا یارسول اللہ وان صام وصلی؟ قال وان صلی وصام وزعم انہ مسلم (احمد و حاکم)

میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم اللہ نے مجھے دیا ہے، جماعت، سمع، طاعت، ہجرت، اور خدا کی راہ میں جہاد۔ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکا الا یہ کہ وہ پھر جماعت کی طرف پلٹ آئے، اور جس نے جاہلیت (یعنی افتراق و انتشار) کی دعوت دی وہ جہنمی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے؟ فرمایا ہاں اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۹ پر)

جو لوگ اس بات کو بھی سمجھ لیتے ہیں اور اس فہم سے ان کے اندر مسلمان ہونے کی ذمہ داری کا احساس اس حد تک قوی ہو جاتا ہے کہ اپنے دین کی خاطر اپنی انفرادیت اور خود پرستی کو قربان کر کے جماعتی نظم کی پابندی قبول کر لیں، ان سے ہم کہتے ہیں کہ اب تمھارے سامنے تین راستے ہیں اور تمھیں پوری آزادی ہے کہ ان میں سے جس کو چاہو اختیار کرو۔ اگر تمھارا دل گواہی دے کہ ہماری دعوت، عقیدہ، نصب العین، نظام جماعت اور طریق کار سب کچھ خالص اسلامی ہے اور ہم وہی کام کرنے اٹھے ہیں جو قرآن و حدیث کی رو سے امت مسلمہ کا اصل کام ہے تو ہمارے ساتھ آجاؤ۔ اگر کسی وجہ سے تمھیں ہم پر اطمینان نہ ہو اور کوئی دوسری جماعت تم کو ایسی نظر آتی ہو جو خالص اسلامی نصب العین کے لیے اسلامی طریق پر کام کر رہی ہو تو اس میں شامل ہو جاؤ ـــــ ہم خود بھی ایسی جماعت پاتے تو اسی میں شامل ہو جاتے کیونکہ ہمیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چننے کا شوق نہیں ہے ـــــ اور اگر تم کو نہ ہم پر اطمینان ہے نہ کسی دوسری جماعت پر تو پھر تمھیں اپنے فرض اسلامی کو ادا کرنے کے لیے خود اٹھنا چاہیے اور اسلامی طریق پر ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جس کا مقصد پورے دین کو قائم کرنا اور قول و عمل سے اس کی شہادت دینا ہو۔ ان تینوں صورتوں میں سے جو صورت بھی تم اختیار کرو گے انشاء اللہ حق پر ہو گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) کار دین کی صحیح ترتیب یہ ہے کہ پہلے جماعت ہو، اور اس کے اندر ایسی تنظیم ہو کہ سب لوگ کسی ایک کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں، پھر جیسا بھی موقع ہو اس کے لحاظ سے ہجرت اور جہاد کیا جائے۔

(۲) جماعت سے علٰحدہ ہو کر رہنا گویا اسلام سے علٰحدہ ہونا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اس زندگی کی طرف واپس جا رہا ہے جو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں کی تھی کہ ان میں کوئی کسی کی سننے والا نہ تھا۔

(۳) اسلام کے بیشتر تقاضے اور اس کے اصل مقاصد جماعت اور اجتماعی سعی ہی سے پورے ہو سکتے ہیں، اسی لیے حضورؐ نے جماعت سے الگ ہونے والے کو اس کی نماز روزے اور مسلمانی کے دعوے کے باوجود اسلام سے نکلنے والا قرار دیا۔ اسی مضمون کی شرح ہے جو حضرت عمرؓ نے اپنے اس ارشاد میں فرمائی ہے کہ لا اسلام الا بجماعۃ (جامع بیان العلم لابن عبد البرؒ)۔

ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ بسلامتی ہوش وحواس ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ صرف ہماری ہی جماعت حق پر ہے اور جو ہماری جماعت میں نہیں ہے وہ باطل پر ہے۔ ہم نے کبھی لوگوں کو اپنی جماعت کی طرف دعوت نہیں دی ہے۔ ہماری دعوت تو صرف اس فرض کی طرف ہے جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر اور آپ پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کو ادا کر رہے ہیں تو بر حق ہیں خواہ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں یا نہ کریں۔ البتہ یہ بات کسی طرح درست نہیں ہے کہ آپ نہ خود اٹھیں، نہ کسی اٹھنے والے کا ساتھ دیں، اور طرح طرح کے حیلے اور بہانے کر کے اقامت دین اور شہادت علی الناس کے فریضے سے جی چرائیں یا ان کاموں میں اپنی قوتیں خرچ کریں جن سے دین کے بجائے کوئی دوسرا نظام قائم ہوتا ہو اور اسلام کے بجائے کسی اور چیز کی گواہی آپ کے قول وعمل سے ملے۔ معاملہ دنیا اور اس کے لوگوں سے ہوتا تو حیلوں اور بہانوں سے کام چل سکتا تھا۔ مگر یہاں تو معاملہ اس خدا کے ساتھ ہے جو علیم بذات الصدور ہے، اسے کسی چال بازی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔

اس میں شک نہیں کہ ایک ہی مقصد اور ایک ہی کام کے لیے مختلف جماعتیں بننا بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے، اور اس میں انتشار کا بھی اندیشہ ہے۔ مگر جب نظام اسلامی درہم برہم ہو چکا ہو اور سوال صرف اس نظام کے چلانے کا نہیں بلکہ اس کے از سر نو قائم کرنے کا ہو، تو ممکن نہیں ہے کہ ابتدا ہی میں وہ الجماعت وجود میں آجائے جو تمام امت کو شامل ہو، جس کا التزام ہر مسلمان پر واجب ہو، اور جس سے علیحدہ رہنا جاہلیت اور علیحدہ ہونا ارتداد کا ہم معنی ہو۔ آغاز کار میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ جگہ جگہ مختلف جماعتیں اس مقصد کے لیے بنیں اور اپنے اپنے طور پر کام کریں۔ یہ سب جماعتیں بالآخر ایک ہو جائیں گی اگر نفسانیت اور افراط و تفریط سے پاک ہوں اور خلوص کے ساتھ اصل اسلامی مقصد کے لیے اسلامی طریق پر کام کریں۔ حق کی راہ میں چلنے والے زیادہ دیر تک الگ نہیں رہ سکتے۔ حق ان کو جمع کر کے ہی رہتا ہے، کیونکہ حق کی فطرت ہی جمع و تالیف اور وحدت و یگانگت کی متقاضی ہے۔ تفرقہ صرف اس صورت میں رونما ہوتا ہے جب حق کے ساتھ کچھ نہ کچھ باطل کی آمیزش ہو یا اوپر حق کی نمائش ہو اور اندر باطل کام کر رہا ہو۔ اب میں اختصار کے ساتھ یہ بھی عرض کر دوں کہ جو لوگ ہماری جماعت کو پسند کر کے اس میں داخل

ہوتے ہیں ان سے ہمارا مطالبہ کیا ہوتا ہے اور ان کے لیے ہمارے پاس کام کیا ہے۔ اپنے ارکان سے ہمارا کوئی مطالبہ اُس مطالبہ کے سوا نہیں ہے جو اسلام نے ہر مسلمان سے کیا ہے۔ ہم نہ تو اسلام کے اصل مطالبے پر ذرہ برابر کسی چیز کا اضافہ کرتے ہیں اور نہ اس میں سے کوئی چیز گھٹاتے ہیں۔ ہم ہر شخص کے سامنے پورے اسلام کو بے کم و کاست پیش کر دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس دین کو جان بوجھ کر شعور کے ساتھ قبول کرو، اس کے تقاضوں کو سمجھ کر ٹھیک ٹھیک ادا کرو، اپنے خیالات اور اقوال و اعمال میں سے ہر اس چیز کو خارج کرو جو دین کے احکام اور اس کی روح کے خلاف ہو اور اپنی پوری زندگی سے "اسلام" کی شہادت دو۔ بس یہی ہمارے ہاں داخلہ کی فیس ہے اور یہی ہمارے قواعد رکنیت ہیں۔ ہمارا دستور، ہمارا نظام جماعت اور وہ چیز جس کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں، سب کے سامنے عیاں ہے۔ اس کا جائزہ لے کر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ہم نے اصل اسلام میں ـــ اُس اسلام میں جو قرآن اور سنت پر مبنی ہے ـــ نہ کوئی کمی کی ہے نہ بیشی، اور ہم ہر وقت تیار ہیں کہ ہماری جس چیز کے متعلق بھی کوئی ثابت کر دے گا کہ وہ قرآن و سنت کی تعلیم پر اضافہ ہے اسے ہم اپنے ہاں سے خارج کر دیں گے اور جس چیز کے متعلق بھی بتا دے گا کہ وہ اس تعلیم میں ہے اور ہمارے ہاں نہیں ہے اسے ہم بلا تامل اختیار کر لیں گے کیونکہ ہم تو اٹھے ہی پورے دین کی بے کم و کاست اقامت اور شہادت کے لیے ہیں پھر ہم سے بڑا ظالم اور کون ہوگا اگر ہم اپنے اسی مقصد میں منافق ثابت ہوں۔

اس طرح جو لوگ ہمارے نظام جماعت میں داخل ہوتے ہیں ان کے لیے ہمارے پاس صرف یہ کام ہے کہ وہ اپنے قول اور عمل سے اسلام کی شہادت دیں اور نظام دین کو مکمل طور پر قائم کرنے کے لیے اجتماعی جدوجہد کریں تاکہ شہادت علی الناس کا حق پوری طرح ادا ہو سکے۔ جہاں تک قولی شہادت کا تعلق ہے، ہم اپنے ارکان کو ایسی تربیت دے رہے ہیں جس سے وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق زبان اور قلم سے اسلام کی زیادہ سے زیادہ معقول شہادت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ نیز ہم ایسے ادارے بھی قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو منظم طریقے سے علم و ادب کے ہر شعبے میں، زندگی کے جملہ مسائل سے متعلق اسلامی تعلیمات کی حقانیت کو دنیا پر واضح کریں اور اس مقصد کے لیے نشر و اشاعت کے

تمام ممکن ذرائع سے کام لیں۔ رہی عملی شہادت تو اس بارے میں ہماری کوشش یہ ہے کہ اول تو ایک ایک شخص اسلام کا زندہ گواہ ہو، پھر ان افراد سے ایک ایسی منظم سوسائٹی نشوونما پائے جس کے اندر اسلام اپنی اصل اسپرٹ میں کام کرتا ہوا دیکھا جا سکتا ہو، اور بالآخر یہ سوسائٹی اپنی جدوجہد سے نظام باطل کے غلبہ کو مٹا کر وہ نظام حق قائم کرے جو دنیا میں اسلام کی مکمل نمائندگی کرنے والا ہو۔

حضرات! بس یہ ہے ہمارا مقصد اور یہ ہے ہمارا پروگرام۔ ہمیں امید نہ تھی کہ یہ چیز بھی ایسی ہو سکتی ہے جس پر کسی مسلمان کو اعتراض ہو۔ مگر جس روز سے ہم نے اس راہ میں قدم رکھا ہے اعتراضات کا ایک نہ رکنے والا سیلاب ہے کہ اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ تمام اعتراضات تو نہ قابل توجہ ہیں اور نہ ایک صحبت میں ان سب سے تعرض ہی کیا جا سکتا ہے، مگر اس موقع پر میں صرف ان چند اعتراضات پر کچھ عرض کروں گا جو آپ کے شہر میں غلط فہمیاں پھیلانے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تمہاری یہ جماعت اسلام میں ایک نئے فرقہ کی بنا ڈال رہی ہے — یہ بات جو لوگ کہتے ہیں، انھیں شائد معلوم نہیں ہے کہ فرقہ بندی کے اصل اسباب کیا ہوتے ہیں۔ دین میں جن باتوں کی وجہ سے تفرقہ برپا ہوتا ہے ان سب کا اگر آپ استقصا کریں گے تو وہ صرف چار عنوانات پر تقسیم ہوں گی۔ ایک یہ کہ اصل دین پر کسی ایسی چیز کا اضافہ کیا جائے جو دین میں نہ ہو اور اسی کو اختلافِ کفر و ایمان یا فرقِ ہدایت و ضلالت کی بنیاد بنا ڈالا جائے۔ دوسرے یہ کہ دین کے کسی خاص مسئلے کو لے کر اس کو وہ اہمیت دی جائے جو کتاب و سنت کی رو سے اس کو حاصل نہیں ہے اور اسی کو گروہ بندی کی بنا قرار دے لیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اجتہادی و استنباطی مسائل میں غلو کیا جائے اور ان امور میں اپنے مسلک کے سوا دوسرے مسلک والوں کی تفسیق و تضلیل یا تکفیر کی جائے یا کم از کم ان سے امتیازی معاملہ کیا جائے۔ چوتھے یہ کہ نبی کے بعد کسی خاص شخصیت کے معاملہ میں غلو کیا جائے اور اس کے لیے کسی ایسے منصب کا دعویٰ کیا جائے جسے تسلیم کرنے یا نہ کرنے پر آدمی کے مومن یا کافر ہونے کا مدار ہو، یا کوئی جماعت یہ دعویٰ کرے کہ جو اس میں داخل ہے صرف وہی حق پر ہے، باقی سب مسلمان باطل پر ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ ہم نے ان چاروں عنوانات میں سے کس عنوان کی غلطی

کی ہے؟ اگر کوئی صاحب دلیل و ثبوت کے ساتھ ہمیں صاف صاف بتا دیں کہ ہم نے واقعی فلاں عنوان کی غلطی کی ہے تو ہم فی الفور توبہ کریں گے اور ہمیں اپنی اصلاح کرنے میں ہرگز تامل نہ ہوگا، کیونکہ ہم خدا کے دین کو قائم کرنے کے لیے اٹھے ہیں، تفرقہ برپا کرنے نہیں اٹھے ہیں۔ لیکن اگر ایسی کوئی غلطی ہم نے نہیں کی ہے تو پھر ہمارے کام سے کسی فرقے کی پیدائش کا اندیشہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

ہم صرف اصل اسلام اور بے کم و کاست پورے اسلام کو لے کر اٹھے ہیں اور مسلمانوں کو ہماری دعوت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آؤ ہم سب مل کر اس کو عملاً قائم کریں اور دنیا کے سامنے اس کی شہادت دیں۔

اجتماع کی بنیاد ہم نے پورے دین کو قرار دیا ہے، نہ کہ اس کے کسی ایک مسئلے یا چند مسائل کو۔

اجتہادی مسائل میں ہم تمام اُن مذاہب و مسالک کو برحق تسلیم کرتے ہیں جن کے لیے قواعد شریعت میں گنجائش ہے۔ ہر ایک کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ ان مذاہب و مسالک میں سے جس کا جس پر اطمینان ہو وہ اپنی حد تک اس پر عمل کرے، اور کسی خاص اجتہادی مسلک کی بنیاد پر گروہ بندی کو ہم جائز نہیں رکھتے۔

اپنی جماعت کے بارے میں بھی ہم نے کوئی غلو نہیں کیا ہے۔ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حق صرف ہماری جماعت میں دائرہ منحصر ہے۔ ہم کو اپنے فرض کا احساس ہوا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو آپ کا فرض یاد دلا رہے ہیں۔ اب یہ آپ کی خوشی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں، یا خود اٹھیں اور اپنا فرض ادا کریں، یا جو بھی آپ کو یہ فرض ادا کرتا نظر آئے اس کے ساتھ مل جائیں۔

امارت کے باب میں بھی ہم کسی غلو کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں۔ ہماری یہ تحریک کسی شخصیت کے بل پر نہیں اٹھی ہے جس کے لیے کسی خاص منصب کا دعویٰ کیا گیا ہو، جس کی کرامتوں اور الہامات اور تقدس کی داستانوں کا اشتہار دیا جاتا ہو، جس کی ذاتی عقیدت پر جماعت کی بنیاد رکھی گئی ہو، اور جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جاتی ہو۔ دعووں اور خوابوں اور کشوف و کرامات اور شخصی تقدس کے تذکروں سے ہماری تحریک بالکل پاک ہے۔ یہاں دعوت کسی شخص کی طرف نہیں ہے بلکہ اس

مقصد کی طرف ہے جو قرآن کی رو سے ہر مسلمان کا مقصدِ زندگی ہے اور ان اصولوں کی طرف ہے جن کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ جو لوگ بھی اس مقصد کے لیے اُن اصولوں پر ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیں وہ مساوی حیثیت سے ہماری جماعت کے رکن بنتے ہیں۔ یہ ارکان ایک شخص کو اپنا امیر منتخب کرتے ہیں، نہ اس بنا پر کہ امارت اس کا کوئی ذاتی حق ہو بلکہ اس بنا پر کہ بہرحال منظم طریقہ پر کام کرنے کے لیے ایک سربراہ کار ہونا ہی چاہیے۔ یہ منتخب کردہ امیر معزول کیا جا سکتا ہے اور جماعت میں سے کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ امارت کے لیے چنا جا سکتا ہے۔ یہ امیر صرف اسی جماعت کا امیر ہے نہ کہ تمام امت کا۔ اس کی اطاعت صرف انہی لوگوں پر لازم ہے جو اس جماعت میں شامل ہوں۔ اور ہمارے ذہنوں میں ایسا کوئی تصور تک نہیں ہے کہ "جس کی گردن میں اس کی بیعت کا قلادہ نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرے گا"۔

اب خدارا مجھے بتایئے کہ جب ہم اس طریقہ پر کام کر رہے ہیں تو آخر ہماری اس تحریک سے امت میں ایک نیا فرقہ کیسے بن جائے گا؟ عجیب تر بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دامن خود اُن غلطیوں سے آلودہ ہیں جن کی وجہ سے فرقہ بندی کا فتنہ رونما ہوتا ہے، جن کے ہاں خوابوں اور کشفوں اور کرامتوں کے چرچے ہیں، جن کے ہاں سارا کام کسی "حضرت" کی شخصی عقیدت کے بل پر چل رہا ہے، جن کے ہاں کسی شخصیت کے لیے کسی مخصوص منصب کا دعویٰ کیا جاتا ہے، جن کے ہاں فروعی مسائل پر جھگڑے اور مناظرے ہوتے ہیں اور اجتہادی مسالک پر دھڑے بندیاں کی جاتی ہیں، وہی ہم کو الزام دینے میں پیش پیش ہیں۔ اگر کوئی برا نہ مانے تو میں صاف کہوں کہ ہمارا اصل قصور جس پر یہ حضرات بگڑے ہوئے ہیں وہ نہیں ہے جو یہ زبانوں سے کہتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ ہم نے دین کے اُس اصلی کام کی طرف دعوت دی جو ان کے نفس کو مرغوب نہیں ہے، اور اس کام کے لیے وہ صحیح طریقہ اختیار کیا جس سے ان کے اپنے طریقوں کی غلطیاں بے نقاب ہونے لگیں۔

ہم سے کہا جاتا ہے کہ اگر تمھیں یہی کام کرنا تھا تو ضرور کرتے مگر تم نے ایک الگ جماعت مستقل نام کے ساتھ کیوں بنائی، اس سے تو امت میں انتشار پیدا ہوتا ہے ___ فی الواقع یہ ایک عجیب اعتراض ہے۔ میں حیران ہوں کہ جب لادینی یا خلافِ دین سیاست کے لیے، غیر اسلامی تعلیم کے لیے، مذہبی

دھڑے بندیوں کے لیے، اور خالص دنیوی اغراض کے لیے مغرب کے جمہوری یا فاشستی طریقوں پر مسلمانوں کی انجمنیں اور جماعتیں مستقل ناموں کے ساتھ بنتی ہیں تو انھیں ٹھنڈے دل سے برداشت کیا جاتا ہے، لیکن اگر دین کے اصل کام کے لیے خالص دینی اصولوں پر کوئی جماعت بنتی ہے تو یکایک امت میں انتشار کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور صرف یہی ایک جماعت سازی قابل برداشت نہیں ہوتی۔ اس سے تو شبہہ ہوتا ہے کہ معترضین کو اصل میں چڑھ جماعت سازی سے نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ کوئی جماعت دین کے اصل کام کے لیے بنے۔ تاہم میں ان سے عرض کروں گا کہ جماعت سازی کا یہ قصور ہم نے مجبوراً کیا ہے نہ کہ شوقیہ۔ سب کو معلوم ہے کہ اس جماعت کی تشکیل سے پہلے میں برسوں اکیلا پکارتا رہا ہوں کہ مسلمانو! یہ تم کن راہوں میں اپنی قوتیں اور کوششیں صرف کر رہے ہو، تمھارے کرنے کا اصل کام تو یہ ہے، اس پر اپنی تمام مساعی مرکوز کرو۔ یہ دعوت اگر سب مسلمان قبول کر لیتے تو کہنا ہی کیا تھا، مسلمانوں میں ایک جماعت بننے کے بجائے مسلمانوں کی ایک جماعت بنتی اور کم از کم ہندوستان کی حد تک وہ "الجماعت" ہوتی جس کی موجودگی میں کوئی دوسری جماعت بنانا شرعاً حرام ہوتا۔ یہ بھی نہیں تو مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں سے کوئی ایک ہی اسے مان لیتی تب بھی ہم راضی تھے، اسی میں بخوشی شامل ہو جاتے۔ مگر جب پکار پکار کر ہم تھک گئے اور کسی نے سن کر نہ دیا تب ہم نے مجبوراً یہ فیصلہ کیا کہ وہ سب لوگ جو اس کام کو حق اور فرض سمجھ چکے ہیں خود ہی مجتمع ہوں اور اس کے لیے اجتماعی سعی کریں۔ سوال یہ ہے اگر یہ نہیں تو ہمیں اور کیا کرنا چاہیے تھا؟ تم کو اگر اس کام کے فرض ہونے سے انکار ہے تو دلیلِ انکار ارشاد ہو۔ اگر انکار نہیں تو بتاؤ کیا واقعی تمھاری یہ مختلف انجمنیں اور جماعتیں یہی فرض انجام دے رہی ہیں؟ اگر یہ بھی نہیں تو کیا اب تمھارے ہاں نوبت یہ آگئی ہے کہ جو فرض کو پہچانے اور اسے ادا کرنے کے لیے اٹھے وہی الٹا قصور وار قرار دیا جائے؟

ہم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تم نے اپنی جماعت کے لیڈر کے لیے "امیر" کا لفظ کیوں اختیار کیا؛ امیر یا امام تو صرف با اختیار اور صاحبِ سیف ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی تائید میں کچھ حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں جن سے استدلال کیا جاتا ہے کہ امامت یا تو امامتِ علم ہے، یا امامتِ نماز، یا امامتِ قتال و

جہاد۔ اس کے سوا کوئی تیسری قسم امامت کی نہیں ہے ـــــ یہ اعتراض جو حضرات کرتے ہیں وہ صرف اُس وقت کی فقہ اور اسی وقت کی احادیث سے واقف ہیں جب اسلامی نظام سیاسی اقتدار کی منزل پر پہنچ چکا تھا اور صاحب سیف امامت قائم ہو گئی تھی، مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جب سیف چھن جائے، مسلمانوں کی جماعت اختیار و اقتدار سے محروم ہو جائے اور اسلامی نظام جماعت بھی درہم برہم ہو جائے تو اس وقت کے لیے کیا احکام ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں کیا مسلمانوں کو یہی کرنا چاہیے کہ فرد فرد الگ ہو جائے اور بیٹھ کر بس دعا کرتا رہے کہ خدایا کوئی صاحبِ سیف امام بھیج دے؟ یا ایسی امامت قائم کرنے کے لیے کوئی اجتماعی سعی بھی ہونی چاہیے؟ اگر وہ کہتے ہیں کہ اجتماعی سعی ہونی چاہیے تو براہ کرم وہ ہمیں بتائیں کہ جماعت بنائے بغیر بھی کوئی اجتماعی سعی کی جا سکتی ہے؟ اگر وہ مانتے ہیں کہ جماعت بنائے بغیر چارہ نہیں ہے تو کیا کوئی جماعت کسی رہنما، کسی سربراہ کار، کسی صاحب امر کے بغیر بھی چل سکتی ہے؟ اگر وہ اس کی ضرورت بھی تسلیم کرتے ہیں تو وہ خود ہی ہم کو بتائیں کہ اس اسلامی مقصد کے لیے جو اسلامی جماعت بنائی جائے، اس کے سربراہ کار کے لیے اسلام میں کیا اصطلاح مقرر ہے؟ جو اصطلاح بھی وہ ارشاد فرمائیں گے، ہم اسی کو قبول کر لیں گے، بشرطیکہ وہ ہو اسلامی اصطلاح! یا پھر وہ صاف صاف یہی بتا دیں کہ اسلام میں سیف حاصل ہونے کے بعد کے لیے تو ہدایات موجود ہیں، لیکن "بے سیفی" کی حالت میں سیف کس طرح حاصل کی جائے، اس باب میں اس نے کوئی ہدایت نہیں دی ہے، اور یہ کام جس کو کرنا ہو اسے غیر اسلامی طریقوں پر غیر اسلامی اصطلاحوں سے کرنا چاہیے۔ اگر ان حضرات کا یہ منشا نہیں ہے تو ہمارے لیے یہ معما ناقابل حل ہے کہ صدر، لیڈر، اور قائد وغیرہ اصطلاحیں استعمال کی جائیں تو وہ سب انھیں گوارا ہیں، مگر امیر کی اسلامی اصطلاح سنتے ہی یہ کیوں چراغ پا ہو جاتے ہیں۔

عام طور پر لوگوں کو اس مسئلہ کے سمجھنے میں جو دقت پیش آتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے عہد میں جب امیر یا امام کی اصطلاح استعمال کی گئی تھی اس وقت اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی، اور جس زمانہ میں اسلامی حکومت قائم نہ ہوئی تھی اس وقت حضورؐ خود نبی کی حیثیت سے اقامت دین کی

جدوجہد کی قیادت فرما رہے تھے، اس لیے امارت یا امامت کی اصطلاحیں استعمال کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ لیکن اسلام کے پورے نظام پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دین مسلمانوں کے ہر اجتماعی کام میں نظم چاہتا ہے اور اس نظم کی صحیح صورت یہ تجویز کرتا ہے کہ کام جماعت بن کر کیا جائے، جماعت میں سمع و طاعت ہو اور ایک شخص اس کا امیر ہو۔ نماز پڑھی جائے تو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک اس کا امام ہونا چاہیے، حج کیا جائے تو منظم طریق پر کیا جائے اور ایک اس کا امیرِ حج ہونا چاہیے حتیٰ کہ تین آدمی اگر سفر کو نکلیں تب بھی ان کو منظم طریقے سے سفر کرنا چاہیے اور اپنے ایک ساتھی کو امیر بنا لینا چاہیے۔ اذا خرج ثلاثة فی سفر فلیؤمروا علیهم احدهم[۱] (ابوداؤد) اسلامی بیعت کی یہی وہ روح ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جماعت کے بغیر اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت نہیں اور اطاعت کے بغیر امارت نہیں۔[۲] پس ہمارا استنباط یہ ہے کہ اقامتِ دین اور شہادت علی الناس کی سعی کے لیے جو جماعت بنائی جائے اس کے سربراہِ کار کے لیے امیر یا امام کے لفظ کا استعمال بالکل صحیح ہے، مگر چونکہ لفظ امام کے ساتھ بعض خاص معانی لگ گئے ہیں اس لیے ہم نے فتنے سے بچنے کی خاطر اس لفظ کو چھوڑ کر امیر کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ایک نرالا اعتراض یہاں یہ بھی سننے میں آیا کہ جو شخص اس طرح جماعت کا سربراہِ کار بنایا جائے اس کو زکوٰۃ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ صرف اسلامی حکومت کا امیر ہی وصول کر سکتا ہے ــــ غالباً ان معترضین کو تحصیلِ زکوٰۃ کے معاملہ میں ہمارا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ ہم نے

---

۱ بلکہ مسند احمد میں جو روایت حضرت عبداللہ ابن عمر سے نقل ہوئی ہے اس میں تو یہ الفاظ ہیں کہ لا یحل لثلاثة یکونوا بفلاة من الارض الا امروا علیهم احدهم۔ (حلال نہیں ہے یہ بات کہ تین آدمی کسی جنگل میں ہوں اور وہ اپنے اوپر اپنے میں سے ایک کو امیر نہ بنا لیں)۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف سفر ہی میں نہیں، بلکہ ہر حالت میں مسلمانوں کو منظم زندگی بسر کرنی چاہیے اور ان کا کوئی اجتماعی کام بھی جماعت اور امارت کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔

۲ لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة ولا امارة الا بطاعة۔

(جامع بیان العلم لابن عبدالبر)

عام مسلمانوں سے یہ مطالبہ نہیں کیا ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ ہمارے بیت المال میں داخل کریں اور نہ ہم نے کبھی یہ کہا ہے کہ جو مسلمان زکوٰۃ ہمارے حوالہ نہ کرے گا اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ ہم صرف اپنی جماعت کے ارکان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی زکوٰۃ جماعت کے بیت المال میں داخل کیا کریں، اور اس سے ہمارا بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو شریعت کے منشا کے مطابق اجتماعی طور پر زکوٰۃ جمع اور صرف کرنے کی عادت ہو۔ براہ کرم کوئی ہمیں بتائے کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے اور یہ کس حکم شرعی کے خلاف ہے؟ اگر ہمیں لوگوں سے یہ کہنے کا حق ہے کہ نماز گھروں میں الگ الگ نہ پڑھو بلکہ جماعت کے ساتھ پڑھو تو آخر یہ کہنے کا حق کیوں نہیں ہے کہ زکوٰۃ انفرادی طور پر ادا کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر ادا کرو؟ پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اگر چندہ لیا جائے تو جائز، داخلے کی فیس اور رکنیت کی فیس لگائی جائے تو درست، مگر خدا و رسول کے عائد کیے ہوئے فرض کو ادا کرنے کی دعوت دی جائے تو ناجائز!

اس سے بھی زیادہ ایک نرالا اعتراض یہ سننے میں آیا کہ "تم نے بیت المال کیوں بنایا؟" ــــ اس قسم کے اعتراضات سن کر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو شاید اسلام کی اصطلاحات ہی سے کچھ بغض ہو گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ہر جماعت اور ہر انجمن اپنا ایک خزانہ ضرور رکھتی ہے تاکہ اجتماعی کاموں میں مال صرف کرسکے۔ ہماری جماعت کا بھی ایک خزانہ ہے اور اس کو ہم بیت المال کہتے ہیں، کیونکہ یہی اسلامی اصطلاح ہے۔ اگر ہم اس کا نام خزانہ رکھتے تو ان کو کوئی اعتراض نہ تھا اگر اس کو ہم Treasury کہتے تب بھی یہ خوش ہوتے، مگر جب ہم نے اس کے لیے ایک اسلامی اصطلاح استعمال کی تو اس کو یہ برداشت نہ کر سکے۔

ان اعتراضات میں سے اکثر اتنے مہمل تھے کہ میں ان کا ذکر کر کے اور ان کا جواب دے کر حاضرین کا وقت ضائع کرنا کبھی پسند نہ کرتا، مگر میں نے یہ چند چیزیں نمونے کے طور پر صرف اس لیے پیش کی ہیں کہ جو لوگ نہ خود اپنا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں، نہ کسی دوسرے کو ادا کرنے دینا چاہتے ہیں وہ کس قسم کے حیلے بہانے اور اعتراضات و شبہات ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے ہیں اور

کس طرح خدا کے راستے سے خود رکتے ہیں اور دوسروں کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارا طریقہ جھگڑے اور مناظرے کرنے کا نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری بات کو سیدھی طرح سمجھنا چاہے تو ہم ہر وقت اس کو سمجھانے کے لیے حاضر ہیں، اور اگر کوئی ہماری غلطی ہم کو معقول طریقے سے سمجھانا چاہے تو ہم سمجھنے کے لیے بھی تیار ہیں، لیکن اگر کسی کے پیش نظر محض الجھنا اور الجھانا ہی ہو تو اس سے ہم کوئی تعرض کرنا پسند نہیں کرتے، اس کو اختیار ہے کہ جب تک چاہے اپنا یہ شغل جاری رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فہرست مطبوعات جماعت اسلامی

رسالہ دینیات	۸ر	حقوق الزوجین	۸ر
خطبات	۸ر	حقیقت شرک	۸ر
مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش (حصہ اول)	۸ر	روداد جماعت اسلامی (حصہ اول)	۱۰ر
〃 〃 〃 (حصہ سوم)	۶ر	〃 〃 (〃 دوم)	۹ر
مسئلہ جبر و قدر	۴ر	〃 〃 (〃 سوم)	۴ر
مسئلہ قومیت	۸ر	رسالہ دینیات (انگریزی)	۸ر
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	۸ر	اسلام کیا ہے؟ (〃)	۸ر
تجدید و احیائے دین	۲ر	الحاد کے بعد کیا (〃)	۱۲ر
اسلام اور ضبط ولادت	۱۲ر	دستور جماعت اسلامی	۲ر

ملنے کا پتہ

مکتبہ جماعت اسلامی، دار الاسلام، پٹھان کوٹ